احمدیت کا سفر یورپ

حضرت امیرالمومنین سفر یورپ میں اپنے خدام کی جماعت کے ساتھ

حضرت امیرالمومنین کرنل ڈگلس کے ساتھ انکے مکان پر لنڈن میں

حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی اللہ دین صاحب آف سکندر آباد کی قلم ندرت رقم سے۔

خاکسار کو سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوتے قریباً ۲۵ سال کا عرصہ گزرتا ہے اس دوران میں کئی بار حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے اشد ضروری امور کے لیے دعائیں کروانی پڑیں وہ سب معجزانہ طور پر قبولیت کا شرف پاتی رہیں۔ مگر افسوس کہ مجھے وہ لکھ کر محفوظ رکھنے کا خیال تک نہ ہوا۔ خدا تعالےٰ میری یہ غفلت معاف فرماوے۔ اس وقت جو کچھ یاد ہے وہ درج کردیتا ہوں :۔

(۱)

۱۹۱۹ء میں مینے اپنے لڑکے علی محمد صاحب اور سیٹھ اللہ دین ابراہیم بھائی نے اپنے لڑکے فاضل بھائی کو تعلیم کے لیئے قادیان روانہ کیا۔ علی محمد نے ۱۹۲۰ء میں میٹرک پاس کرلیا اُن کو لندن جانا تھا۔ دونوں لڑکے مکان واپس آنے کی تیاری کر رہے تھے کہ یکایک فاضل بھائی کو TYPHOID بخار ہو گیا نور ہاسپٹل کے معزز ڈاکٹر جناب حشمت اللہ صاحب اور حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے جو کچھ ان سے ہو سکا سب کچھ کیا۔ طبیعت درست بھی ہو گئی۔ مگر بد پرہیزی کے سبب پھر ایسی بگڑی کہ زندگی کی کوئی اُمید نہ رہی۔ جب یہ خبر حضرت امیر المومنین کو پہنچی تو حضور خود بورڈنگ میں تشریف لائے اور بہت دیر تک دعا فرمائی۔ اس کے بعد طبیعت معجزانہ طور پر سدھرنے لگی اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے فاضل بھائی کو نئی زندگی حاصل ہو گئی۔ یقیناً حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ موت نہیں ٹلتی مگر دعا سے۔ یہ حقیقت ہم نے صاف طور پر اپنی نظر سے دیکھ لی۔ الحمد للہ

(۲)

اسی طرح ایک اور واقعہ ہوا۔ میری تیسری لڑکی عزیزہ ہاجرہ بیگم کے پیٹ میں یکایک درد ہو گیا۔ ہم نے اپنے قریب رہنے والے سرکاری خطاب یافتہ ڈاکٹر کو جو آنریری مجسٹریٹ بھی ہے بلوایا۔ انھوں نے دیکھ کر کہا کہ لڑکی کے پیٹ میں پیپ ہو گیا ہے فوراً آپریشن کرکے نکال دینا چاہیئے۔ ورنہ جان کا خطرہ ہے۔ وہ دسمبر کا مہینہ تھا۔ مجھے قادیان سالانہ جلسہ پر ایک دو روز میں جانا تھا۔ اور یہاں یہ حالت ہو گئی۔ پھر ہم نے یہاں کے ہاسپٹل کے بڑے یورپین ڈاکٹر کو بلوایا اس نے خوب معائنہ کیا۔ اور کہا کہ نہ پیپ ہے۔ اور نہ آپریشن کی ضرورت۔ ہم سب یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور خدا تعالیٰ کا شکر کیا۔ مگر وہ ڈاکٹر اپنی رائے پر ہی اڑا رہا۔ کہ پیپ یقیناً ہے۔ فوراً آپریشن کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر اگر یہ لڑکی بچ جائے تو میں اپنی ڈاکٹری چھوڑ دوں گا۔ مگر ہم نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ میں دوسرے روز قادیان روانہ ہو گیا۔ وہاں سے واپس آنے تک لڑکی اچھی رہی۔ مگر اس کے بعد یکایک لڑکی کی ناف میں سوراخ ہو گیا۔ اور اسقدر پیپ نکلا کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ ہم نے پھر اسی ڈاکٹر کو بلوایا جس نے کہا تھا کہ پیپ ہے۔ اب ہم آپریشن کے لئے بھی رضامند ہو گئے۔ مگر اس نے کہا کہ لڑکی کی حالت بہت نازک ہو گئی ہے۔ اب آپریشن کا وقت نہ رہا۔ اب یہ کیس HOPELESS ہو گیا۔ ہمنے دیکھا کہ اب کوئی علاج نہیں سوائے دعا کے۔ میں نے فوراً ایک تار حضرت امیر المومنین کی خدمت میں اور دوسرا الفضل کو روانہ کیا۔ اور پھر ایک بار حضور کی دعا کا معجزانہ نتیجہ دیکھا کہ بغیر کسی ڈاکٹری علاج کے صرف ایک معمولی دائی کی دوائی سے میری پیاری لڑکی کامل صحت پا گئی الحمد للہ ثم الحمد للہ

(۳)

حضرت امیر المومنین کے ارشاد کے مطابق مینے اپنے لڑکے علی محمد سلمہ کو I. C. S. کے لیئے لندن روانہ کیا۔ وہاں ان کو پہلے M. A. کی ڈگری حاصل کرنا ضروری تھا۔ مگر M. A. میں اسقدر دیر ہو گئی کہ I. C. S. کے لئے موقع نہ رہا۔ M. A. کے سات مضامین میں سے چھ تو انھوں نے پاس کر لیئے۔ مگر آخری مضمون CMSTTITONAL LAW AND CONSTITUTIONAL HISTORV میں متواتر فیل ہوتے گئے۔ اس لئے وہ بیزار ہو کر واپس گھر آنا چاہتے تھے۔ ان کو سات سال کا عرصہ ہو گیا تھا۔ اسلیئے میں نے حضرت امیر المومنین سے ان کو واپس بلا لینے کی اجازت چاہی۔ مگر حضور نے فرمایا کہ میں نے خواب میں ان کا نام پاس ہونے والوں کی فہرست میں دیکھا ہے۔ اسلیئے انشاء اللہ یہ یقیناً پاس ہو کر آئیں گے۔

میں نے ان کو یہ سارا حال لکھ کر پھر کوشش کرنے کو کہا۔ اسپر انھوں نے پھر ایک بار کوشش کی۔ مگر پھر بھی فیل ہو گئے۔ یہ بیحد پریشان تھے کہ اب آئندہ کیا کیا جائے۔ ان کے استاد کو جب معلوم ہوا کہ پھر فیل ہو گئے تو اس نے تحقیق کی۔ معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ کا وہاں کیا کرشمہ ہوا کہ ایک دو روز میں ان کو یونیورسٹی کی طرف سے اطلاع ملی کہ آپکے فیل ہونے کی خبر غلط تھی۔ آپ پاس ہو گئے ہو۔

یہ بہت خوش ہوئے اور سمجھ گئے یہ محض خدا تعالےٰ نے اپنے خلیفہ کا خواب پورا کرنے کے لئے ان پر یہ فضل کیا ہے۔ انھوں نے خدا تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا۔ اور ڈگری حاصل کرکے حج کا موقع تھا۔ اسلیئے واپس ہوتے ہوئے حج کرکے الحاج علی محمد ایم۔ اے بنکر ہم کو آملے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

(۴)

سیٹھ جی۔ ایم۔ ابراہیم بھائی نامی ہمارے ایک ماموں تھے۔ وہ بمبئی کے ایک لکھپتی سیٹھ تھے ان کو تجارت میں بہت نقصان ہوا۔ وہ ہندوستان چھوڑ کر یورپ امریکہ چلے گئے بیس سال کے بعد یورپین لیڈی سے شادی کرکے اپنی بیوہ بیٹی کو ملنے سکندر آباد آئے۔ بھوپال میں ان کو دو سو روپیہ کی سرکاری ملازمت ملی۔ تو وہاں چلے گئے چند سال کے بعد پھر واپس سکندر آباد آئے۔ وہ پکے شیعہ تھے۔ مینے ان کو احمدیت کی تبلیغ کی۔ آخر وہ احمدی ہو گئے۔ عیسائی ممالک میں رہنے سہنے سے وہ بالکل بے دین ہو گئے تھے۔ مگر احمدی ہونے کے بعد ان میں بڑی تبدیلی ہو گئی۔ پانچ وقت کی نماز کے علاوہ ہمیشہ تہجد پڑھا کرتے تھے۔ ۷۵ سال کی عمر تھی پھر بھی گرمی میں بھی روزے ترک نہ کرتے تھے۔ اپنی آمدنی کا کافی حصہ للہ خرچ کرتے تھے۔ جس رات وہ فوت ہوئے اسی رات خان صاحب دوست محمد الہ دین صاحب جو یہاں کے سپیشل مجسٹریٹ ہیں انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے ماموں صاحب کے بنگلہ میں فوجی لوگ جمع ہوئے ہیں۔ انھوں نے ان کے افسر سے دریافت کیا کہ آپ لوگ یہاں کس لئے جمع ہوئے ہیں؟ اس نے کہا کہ آج ایک بزرگ کا انتقال ہو گیا ہے۔ انکے اعزاز کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اس مخلص بزرگ کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں :۔

ایک بار ہم دونوں سالانہ جلسہ پر قادیان گئے۔ وہاں ہم کو ایک بھوپال کے دوست ملے۔ وہ ہمارے ماموں صاحب جی۔ ایم ابراہیم بھائی صاحب کا نام سن کر کہنے لگے کہ آپ پر ایک فوجداری مقدمہ تیار ہو رہا ہے اس سلسلہ میں کہ آپ نے وہاں کے ایک بڑے افسر کے خلاف لکھا تھا۔ یہ کیفیت معلوم ہوتے ہی ہمارے ماموں بہت گھبرا گئے۔ مکرم و معظم آنریبل چودھری سر ظفر اللہ خاں صاحب سے ان کا بہت دوستانہ تھا۔ ان سے ملے ان کو بہت تسلی دی۔ مگر یہ مطمئن نہ ہوتے اور حضرت امیر المومنین کی خدمت میں اپنا یہ حال سنایا۔ حضور نے ان کے متعلق دعا فرمائی تو خدا تعالیٰ نے جواب میں فرمایا "یا نارُ کونی برداً و سلاماً علیٰ ابراہیم"

یہ قرآن شریف کی وہ آیت ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ "اے آگ تو ابراہیم کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا"

الحمد للہ میں اسی طرح اس ابراہیم کے لئے بھی آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ اور یہ ابراہیم اس آگ سے بالکل سلامت نکل آئے۔

یہ کیسا عظیم الشان نشان ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا اپنے موعود خلیفہ کے ساتھ کیسا تعلق ہے۔

(۵)

ہمارے مکرم دوست جناب سید بشارت احمد صاحب جو جماعت احمدیہ حیدر آباد کے امیر ہیں ان کے ایک ماموں نواب عزت الدین صاحب جو حیدر آباد کے ایک امیر اور جاگیر دار تھے ان کے لاولد فوت ہو جانے سے ہمارے سید صاحب اپنی والدہ کی جانب سے منجملہ اور ورثاء کے نواب صاحب کے اسٹیٹ کی تقسیم وغیرہ کے متعلق مختار اور مجاز تھے۔ ان کی ایک بلڈنگ نواب جال نام کی جو بمبئی میں تھی سید صاحب موصوف نے مع دیگر ورثاء کے اس بلڈنگ فروخت کے متعلق معاملات شروع کیے۔ تو ہم نے ایک اپنے بمبئی والے رشتہ دار کے ذریعہ اس کے متعلق دریافت کرکے سوا لاکھ روپے میں خریدلی۔ اس خریداری میں ہمارے بمبئی والے رشتہ دار اور

ہمارے ایک ماموں سیٹھ الہ دین ابراہیم احمدی بھی شریک تھے۔ ہم نے یہ بلڈنگ صرف اس لئے خریدی کہ ہم اس کو فروخت کرکے کچھ نفع حاصل کریں۔ ہم کو امید تھی کہ ۱۵۔۲۰ ہزار روپیہ منافع ہو جائے گا۔ میں نے یہ شرط پیش کی کہ ہم اس کے متعلق حضرت امیرالمومنین سے دعا کرائیں۔ اور اس کا پانچواں حصہ تبلیغ کے لئے قادیان روانہ کریں۔ میرے بھائی خان بہادر سیٹھ احمد بھائی نے اور ہمارے ماموں صاحب نے یہ شرط مان لی۔ مگر ہمارے بمبئی والے رشتہ دار نے نہ مانی۔ خیر اس کے بعد میں نے یہ حقیقت حضرت امیرالمومنین کی خدمت میں لکھ بھیجی۔ اس کے بعد غیر معمولی طور پر اس جائیداد کی قیمت تیز ہونے لگی۔ مجھے حج کے لئے جانا تھا اسلئے میں نے اپنے بمبئی والے رشتہ دار کو لکھا کہ قیمت خوب تیز ہو گئی ہے اب اسے فروخت کردو۔ مگر ان کا خیال تھا کہ قیمت اور تیز ہوگی۔ اسلئے ہم اور ٹھہریں۔ بالآخر جس قیمت میں یہ جائیداد مانگی جاتی ہے اس قیمت پر ہم ان کو فروخت کردیں۔ ہم نے منظور کرلیا۔ اور ہم کو ۸۰ ہزار روپیہ منافع ہوا جس کا پانچواں حصہ ۱۶۰۰۰ سولہ ہزار روپیہ میں نے قادیان روانہ کیا۔ اس کے بعد میں حج کے لئے روانہ ہوا۔ وہاں سے واپس آنے کے بعد میں نے بمبئی والے رشتہ دار سے جائداد کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ قیمت تو صرف ہمارے لئے تیز ہوئی تھی۔ ہمارے فروخت کردینے کے بعد قیمت کم ہوتی چلی گئی۔ حتیٰ کہ اصل قیمت بھی وصول نہ ہوسکی۔ ہمارے رشتہ دار نے اقرار کیا کہ واقعی آپ دعا کرواکے کامیاب ہوگئے۔ اور میں بہت نقصان میں مبتلا ہوگیا ہوں۔ اس واقعہ کو ۱۸ سال کا عرصہ گزر گیا ہے اب تک وہ جائیداد بغیر فروخت کے ایسی ہی پڑی ہوئی ہے۔ دیکھو یہ خدا تعالیٰ کا کیسا کھلا کھلا معجزہ ہے۔ ایک ہی معاملہ کے تین حصہ دار ہیں۔ دو حصہ دار خدا کے خلیفہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ دعا کروا تے ہیں تو خدا تعالیٰ ان کو ۸۰ ہزار کا منافع عطا فرماتا ہے اور اس معاملہ کا تیسرا حصہ دار نہ خدا کے خلیفہ کو مانتا ہے اور نہ اس سے دعا کروانے کی پروا کرتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ نہ صرف اس کو منافع سے محروم رکھتا ہے۔ بلکہ اسکو اسی معاملہ کے دو مومن حصہ داروں کو ۸۰ ہزار روپیہ منافع اسی کے جیب سے دلواتا ہے۔ دیکھو یہ احمدیت کی صداقت کا کیسا عظیم الشان نشان ہے۔ جس کی آنکھ ہو وہ دیکھے اور عبرت حاصل کرے اور حق قبول کرے۔ ورنہ آخرت میں سخت خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

(۶)

میرے بھائی خان بہادر سیٹھ احمد الہ دین کو حضرت امیرالمومنین کی دعاؤں کا علم ہو گیا تھا اس لئے وہ بھی وقتاً فوقتاً حضور سے دعا کرواتے رہتے تھے۔ اس بار انھوں نے دو اہم معاملات کے متعلق دعا کروائی۔ دونوں امور میں عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئی۔ جس کے نتیجہ میں ان کو دو لاکھ روپیہ کا منافع ہوا۔ جس کی خوشی میں انھوں نے حضور کی خدمت میں بیس ہزار روپیہ کا چیک روانہ کردیا۔

(۷)

ہماری تجارتی فرم میں ہم چاروں بھائی مختلف کام دیکھتے تھے۔ خان بہادر احمد الہ دین بھائی سیمنٹ اور کوئلہ کا کام دیکھتے تھے۔ غلام حسین بھائی الیس اور سوڈا کا کام۔ قاسم علی بھائی دفتر کا۔ میں بونس (دہڑی) کا۔

میں جب احمدی ہوا تب سے مجھے حضرت امیرالمومنین کی دعاؤں کی تاثیرات کا خوب علم تھا۔ اس لئے میرے ذمہ جو کام تھا اس کی ترقی کے لئے حضور سے دعائیں کرواتا رہتا تھا۔ اور حضور کی خدمت میں ماہوار ایک سو روپیہ نذرانہ روانہ کرتا تھا۔ جس کے طفیل ہماری فرم کو سالانہ اوسطاً دس ہزار روپیہ منافع ہوا کرتا تھا۔ میرے بھائی قاسم علی اہل حدیث ہوگئے اور میری مخالفت شروع کی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کو امرتسر سے بلواکر خوب مخالفت کروائی۔ جس میں میرے غلام حسین بھائی بھی شریک ہوگئے۔ اب یہ دونوں بھائی میں جو کام دیکھتا تھا اس میں دخل دینے لگے۔ اور میں جو ماہوار رقم قادیان روانہ کرتا تھا۔ اس کے متعلق اعتراض کرنے لگے۔ اس لئے میں نے روپیہ بھیجنا موقوف کردیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری فرم کو جو سالانہ دس ہزار روپیہ منافع ہوتا تھا وہ جاتا رہا۔ بلکہ نقصان ہوتا رہا۔ آخر وہ وقت آیا کہ ہماری فرم نے یہ تجارت ترک کردی۔ تو میں نے اپنے ذمہ لے لی۔ میں نے حضور سے آگے کے مطابق دعا کروانی شروع کی۔ اور ماہوار آگے جو ایک سو روپیہ روانہ کرتا تھا۔ اس کے عوض دو سو روپیہ روانہ کرنے لگا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھکو سالانہ اوسطاً پندرہ ہزار روپیہ منافع ہونے لگا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

(۸)

اسی تجارتی معاملہ میں میں نے ایک بار دو کنٹراکٹ کئے۔ سولہ سو ٹن مال نوے روپیہ کے حساب سے دینے کا سودا کیا۔ یہ نرخ بہت اچھا تھا اسلئے اتنا بڑا کنٹراکٹ کر دیا گیا۔ مگر چند روز میں نرخ ۱۲۰ ٹن ہوگیا۔ اب سولہ سو ٹن مال دینے میں فی ٹن تیس روپے کے حساب سے ۴۸۰۰۰ ہزار روپیہ کا نقصان تھا۔ میں بہت گھبرایا۔ میں نے حضرت امیرالمومنین کی خدمت میں سارا حال لکھا۔ اور خاص دعا کی گزارش کی۔ خدا کے فضل سے معاملہ کی صورت ایسی بدل گئی کہ ۴۸ ہزار روپیہ نقصان کے عوض ۲۰ ہزار روپیہ منافع ہوا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ

(۹)

ہمارے دونوں بھائی جب بڑے اور سمجھدار ہوگئے۔ تب ہم چاروں نے باہمی رضامندی سے ایک شراکت نامہ تیار کیا۔ جس کی مدت دس سال کی تھی۔ ہماری فرم کا قدیم سے یہ دستور تھا کہ ہماری تجارت کا نفع نقصان کا حساب ہر ماہ نکال لیتے تھے۔ ہر چھ ماہ بعد کھاتوں میں درج کیا جاتا تھا۔ پھر سالانہ حساب دیکھ کر ہم سب بھائی دستخط کرکے اس کی تصدیق کرتے تھے۔ اس طرح دس سال ختم ہوگئے جب نیا شراکت نامہ تیار کرنے کا وقت آیا۔ تو اس وقت دونوں بھائیوں نے انکار کردیا۔ اور مجھ پر اور خان بہادر احمد بھائی پر ایک ایک لاکھ سے زائد رقم کا مطالبہ کیا۔ جب یہ اختلاف آپس میں دور نہ ہوسکا تو اس کے فیصلہ کے لئے تین مشہور و معروف قانون دان سالیسیٹرز کا ایک بورڈ قائم کیا۔ ہر ایک کو ایک ایک ہزار روپیہ فیس دی گئی۔ میں تمام حقیقت صحیح صحیح طور سے حضرت امیرالمومنین کی خدمت میں لکھ کر بھیجی اور خاص دعا کے لئے گزارش کی۔ حضور نے جواب میں فرمایا آپ بالکل بے فکر رہیں۔ آپ کو کوئی نقصان نہ ہوگا۔ بلکہ آپکے حق میں فائدہ ہوگا۔ اور اگر سالیسیٹرز بھی آپ کو نقصان پہنچانا چاہے پھر بھی ہرگز وہ آپ کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔

یہ معلوم کرکے مجھے بہت تعجب ہوا کیونکہ سالیسیٹرز جو چاہے سو فیصلہ کر سکتے ہیں۔ ان کے فیصلہ کے خلاف اپیل بھی نہیں ہوسکتی۔ پھر ان کو کون روک سکتا ہے۔ سوائے خدا تعالیٰ کے اور ہوا بھی وہی۔

سالیسیٹرز نے ہم چاروں بھائیوں کی سالانہ حسابات کی تصدیقی دستخطیں بھی دیکھیں پھر بھی انھوں نے اول سے آخر تک ہمارے دونوں بھائیوں کے دعوے کی کامل تحقیق کی یہ مقدمہ ایک سال سے زائد مدت تک جاری رہا۔ میرے خلاف ۸۳۷۴۱۱ روپیہ کا دعویٰ تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمام کے تمام ڈسمس کردیئے گئے۔ صرف سفر خرچ کے متعلق ۱۳۰۹ کی ڈگری ہوگئی مگر دوسرے بھائیوں کے خلاف بھی سفر خرچ وغیرہ کی ڈگری ہوئی۔ جس کے نتیجہ مجھے ۳۱۴۱ روپیہ کا منافع ہوا۔

یہ ساری حقیقت لکھنے کی غرض صرف یہ ہے کہ حضرت امیرالمومنین نے میرے متعلق جو دعا فرمائی اور حضور کو خدا تعالیٰ نے اس معاملہ میں جو کچھ بتادیا۔ وہ حرف بحرف ثابت ہوا۔ صرف ایک بات باقی رہ گئی کہ سالیسیٹرز بھی اگر نقصان پہنچانا چاہیں گے۔ پھر بھی ہرگز وہ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے ہمارے مقدمہ کا فیصلہ ہو جانے کے بعد میں ہمارے تین سالیسیٹرز جن میں ایک پارسی صاحب اور دو غیر احمدی صاحبان تھے۔ تو میں ایک دن اس پارسی صاحب کے پاس گیا۔ اور ان سے دریافت کیا کہ آپ لوگوں نے ہمارے مقدمہ کا جو فیصلہ کیا۔ وہ آپ تینوں کی اتفاق رائے سے ہوا؟ یا آپ کے درمیان اختلاف بھی ہوا؟ انھوں نے فرمایا کہ مقدمہ کے تمام اشوز (ISSUES) کا فیصلہ ہم تینوں کے اتفاق رائے سے ہوا۔ صرف آپ ہی کے متعلق اختلاف ہوا۔ بمبئی والی جائیداد کے متعلق آپ نے خلیفہ قادیان سے دعا کرائی۔ اور اسی ہزار روپیہ نفع ہوا۔ اس کا پانچواں حصہ ۱۶۰۰۰ روپیہ آپ نے قادیان روانہ کردیا۔ ان دونوں سالیسیٹرز کی یہ رائے تھی کہ وہ رقم آپکے ذمہ لگائی جائے۔ میں نے ان سے اتفاق نہیں کیا۔ صرف اسی ایک اشو کے لئے ہمیں تین بار میٹنگ کرنی پڑی۔ آخر وہ میرے ساتھ متفق ہوگئے۔ دیکھو اس مقدمہ سے خدا کی قدرت کا کیسا عظیم الشان نشان ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی عالم الغیب ہونے کی صفت کیسی صاف ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت امیرالمومنین یقیناً خدا کے موعود خلیفہ ہیں۔ تب ہی تو ایسی عظیم الشان راز کی بات قبل از وقت آپ پر کھول دی گئی۔

غلام حسین بھائی اور قاسم علی بھائی نے مجھ پر دنیوی اور دینی دونوں معاملوں میں حملے کئے مگر میں حق پر تھا اسلئے خدا تعالیٰ نے مجھے معجزانہ طور پر کامیابی عطا فرمائی۔ اسی طرح انشاءاللہ دینی معاملہ بھی ہوگا۔ مگر اس کا نتیجہ بعد وفات معلوم ہوگا۔ میری درد دل سے دعا ہے کہ خدا تعالیٰ میرے ان دونوں پیارے بھائیوں پر رحم فرمائے اور ان کو حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تا وہ آخرت میں فلاح پائیں۔ آمین

اب میں مضمون ختم کرتا ہوں۔ جس کے دل میں تعصب نہ ہوگا۔ اس پر سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صداقت صاف طور پر کھل جائیگی۔ جو اس سلسلہ میں شریک ہوتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے ایسے محبوب خلیفہ سے اپنا تعلق جوڑتا ہے جس کی تعلیم و دعا سے انسان یقیناً دونوں جہاں میں فلاح پاتا ہے۔

آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

جذبات شاد

(از جناب گور پرشاد صاحب شاد کلانوری)

اے خامہ چل تو ذرا آج تیرا جاگا نصیب
کہ بھائی! سلسلہ جوبلی میں ہے قریب
ہوئے ہیں پورے خلافت کے اب برس پچیس ۲۵
یہ جوبلی بھی فکر خدا کی اک ترکیب
جسے بھی دیکھو محبت میں آج ہے سرشار
دل و زباں پہ چڑھا ہے اگر تو ذکر حبیب
جہاں میں جس کی کٹے عیش سے وہ کیا جانے
کہ اہل درد ہی تکتا ہے کوئی راہ طبیب
وہ ہونے والی ہے روشن نرالے رنگ میں شمع
کہ دور دور سے پروانے آرہے ہیں قریب
نظارہ روز ہے گو قادیان کا پر لطف
سنا ہے اس سے بھی بن کر رہے گا اور عجیب
کتاب الفت عشاق حضرت اقدس
جہاں میں آئیگی لے کر کوئی نئی ترتیب
ذرہ کثیر سے وہ ڈھنگ بدلے جائیں گے
رہ خدا کی ہو ہر ملک و قوم کو ترغیب
چلیں گے چال وہ ایسی خدائی حکم کے تحت
کہ دیکھ دیکھ سراہیں گے آشنا و رقیب
نگینہ لعل کو کہلائے دست کاریگر
پڑا تھا کان میں پتھر سادہ تو ورنہ غریب
نبھاؤ جو کہ ہے ارشاد مہرباں اے شاد
نہیں ہو زور سخن تم بھی ہو کہاں کے ادیب

عہدِ خلافتِ ثانیہ میں سلسلہ کی تعلیمی ترقی

خاکسار محمد ابراہیم صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کی قلم سے

قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی غرض ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:۔ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین کہ آپ اس لئے دنیا میں مبعوث ہوئے کہ خدا کی مخلوق پر آیات الٰہی کی تلاوت فرمائیں اور ان کا تزکیہ فرمائیں اور انھیں کتاب و حکمت سکھائیں۔ یہی کام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔ کیونکہ آپ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز اور مثیل کامل تھے۔ اور آپ کی بعثت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی بعثت تھی اور چونکہ مقام خلافت پر فائز ہونے والا انسان اس مشن کے چلانے کے لئے مامور ہوتا ہے۔ جو انبیاء کا مشن ہوتا ہے۔ اسلئے خلفاء کا کام بھی وہی کام ہوتا ہے۔ جو ان کے متبوع کا کام ہوتا ہے

اسلئے

میں بوضوح تام کہہ سکتا ہوں کہ حضرت امیر المومنین کا وہی مشن ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشن ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن ہے اس مشن کے کاموں میں سے ایک بڑا کام

نشر علم

کا کام ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے انسان ہیں جنکی ظاہری اور باطنی علوم کی تکمیل الٰہی ہاتھ سے ہوئی۔ حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے سامنے اپنے عجز کا اظہار کرتے تھے۔ مگر باوجود اس کے آپ

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

کی دعا مانگا کرتے تھے۔ اور آپ نے طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ کہہ کر ہر مسلمان کو تعلیم حاصل کرنے کا لابدی حکم دیا۔ پس اسلام کے ساتھ ساتھ نشر علوم کا کام ہونا نہایت ضروری تھا اور جب مسلمانوں پر ادبار کی گھٹا چھائی۔ تو وہ علوم سے بے بہرہ ہو گئے۔ اور پھر جب خدا نے محمدی بعثت ثانیہ کا زمانہ ہمکو دیا تو ضروری تھا۔ کہ نشر دین کے ساتھ نشر علوم کا کام مکمل طور پر ہوتا ہے۔

چونکہ انبیاء تو ایک بیج بونے والے کی طرح دنیا میں آتے ہیں۔ اور تعمیری کام ان کے بعد ان کے خلفاء کے زمانہ میں ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد اشاعت دین کے ساتھ نشر علوم کا کام آپ کے خلفاء کے زمانے میں ہوتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا

اس میں شک نہیں کہ ہر کام کی ابتداء اور بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں رکھی گئی۔ مگر ان کاموں کو فروغ اور انکی تکمیل آپکے خلفاء کے ذریعے ہوئی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے مبارک ہاتھوں جو کام ہوئے میں ان تمام کاموں کی تفصیل میں تو جا نہیں سکتا۔ ہاں ایک ایک حصہ کا ذکر کروں گا۔ اور وہ یہ ہے:۔

سلسلہ کی تعلیمی ترقی

حضرت امیر المومنین کی نسبت خدا تعالیٰ کا ایک الہام یہ بھی تھا کہ

"وہ ظاہری و باطنی علوم سے پُر کیا جائیگا"

اس لئے ضروری تھا کہ علوم کی نشر و اشاعت بھی آپ کے ہاتھوں ہوتی۔ سلسلہ میں علوم کی اشاعت کیلئے آپ کے زمانے میں مختلف طریق رائج کئے گئے جو حسب ذیل ہیں:۔

اول:۔ مدارس کے ذریعے

دوم:۔ نشر صحف اور کتب کے ذریعے۔

سوم:۔ درس و تدریس کے ذریعے

چہارم:۔ خطبات اور تقریروں کے ذریعے۔

پنجم:۔ لائبریریوں اور مساجد کے ذریعے۔

سب سے پہلا طریق مدارس کا ہے

کسی قوم کی علمی ترقی کے لئے نہایت ضروری ہے کہ نئی نسل میں تعلیم کو پھیلایا جائے۔ اور اسی غرض کے لئے مدارس کا طریق فی زمانہ مقبول و مفید ہے۔ اس غرض کے لئے سلسلہ احمدیہ میں سب سے پہلا ادارہ مدرسہ تعلیم الاسلام قائم ہوا۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کی مکمل تاریخ لکھنی اس وقت مطلوب نہیں۔ مگر مجھے اس وقت یہ بتانا ہے کہ مدرسہ تعلیم الاسلام پر۔ دو وقت نہایت خطرناک دور آیا۔ ایک وقت جبکہ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں ہی بڑے بڑے اراکین مدرسہ تعلیم الاسلام کو بالکل توڑنے پر تلے بیٹھے تھے اور اس وقت کوئی بھی اس مدرسہ کا شفیع نہ تھا جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اپنے ہاتھ سے رکھی تھی۔ اور اگر کسی کے دل میں درد تھا تو اسے جرأت نہ تھی کہ کوئی کلمہ کہتا اسوقت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی نے جو ابھی خود بھی اپنی عمر کی ابتدائی منزل میں تھے۔ اس معاملہ کو پوری طاقت و قوت سے اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور اس مدرسہ کی ڈوبتی کشتی کو بچا لیا۔ یہ آپ کا پہلا علمی احسان تھا۔ مدرسہ تعلیم الاسلام سے اس کے بعد جسقدر لوگوں نے فیض حاصل کیا اور مدرسہ تعلیم الاسلام نے جس قدر ترقی کی۔ وہ صرف آپکے ایک احسان کا نتیجہ ہے۔

دوسرا دور

مدرسہ تعلیم الاسلام کا دوسرا دور پھر اسوقت آیا جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح اول فوت ہو گئے اور خلافت ثانیہ کا چاند پوری شان سے ضوفگن ہونے کے لئے آسمان احمدیت پر چڑھ آیا مخالفین نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اور انھوں نے چاہا کہ قادیان کے کام اور نظام کو درہم برہم کر دیں۔ اسوقت انھوں نے بڑے غلغلے سے یہ بڑائی اور یہ بلند و بالا دعوےٰ سے کہا کہ

مدرسہ تعلیم الاسلام کی بلڈنگ میں اُلّو بولا کرینگے

مگر تعلیم الاسلام کو آپ نے اپنی توجہ کا ایسا مرکز بنایا کہ وہ مدرسہ جس کے متعلق ان کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں کہ اسے مٹتے ہوئے دیکھیں وہ چمکا اور ایسا چمکا کہ اس کے نتائج اس کی حاضری وغیرہ ہر لحاظ سے بہتر ہو گئی۔

اس زمانہ کی انتہائی ترقی سے اسوقت سکول کی ترقی دوگنی ہے۔ اور طلباء کی تعداد کو اگر میں دوگنی سے بھی زیادہ کہوں تو درست ہو گا۔ کیونکہ خلافت اولیٰ کے زمانے میں قادیان کے ہندوؤں سکھوں اور غیر احمدیوں کے لڑکے بھی اس اسکول میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ مگر بعد میں ایک اور ہائی سکول قادیان میں بنا اور اس طرح ایک بڑی تعداد جو غیر مذاہب کے طلباء کی تھی وہ بھی سکول سے نکل گئی۔ مگر اس کے باوجود سکول کے طلباء کی تعداد دوگنی ہے۔ اس وقت اس مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر مولوی محمد الدین صاحب بی۔ اے سابق امریکن مشنری ہیں۔

مدرسہ احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی برہان الدین صاحب کی وفات پر سلسلہ میں علماء پیدا کرنے کی تحریک ہوئی اور اس غرض سے آپ نے مدرسہ احمدیہ کی بنیاد رکھی مگر پہلے یہ مدرسہ ہائی سکول سے ملحق تھا۔ اور ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے۔ جو بعد میں جماعت احمدیہ قادیان سے الگ ہو گئے اسے بالکل ایک کس مپرسی کے عالم میں رکھا ہوا تھا۔ اور یہی نہیں۔ بلکہ جیسے ایک دفعہ مدرسہ تعلیم الاسلام کے خاتمہ کرنے کے لئے کچھ لوگ تلے ہوئے تھے ویسے ہی اب وہی لوگ مدرسہ احمدیہ کا خاتمہ کرنے کا تہیہ کر چکے۔ اسوقت بھی مدرسہ احمدیہ کی کشتی کا ناخدا یہی حضرت امام ہی ثابت ہوئے۔

اور نہ صرف

ناخدا ہی ثابت ہوئے بلکہ خود مدرسہ کی پتوار اپنے ہاتھ میں لے کر اسے اس مقام پر لا کھڑا کیا جس پر ہندوستان کا کوئی عربی مدرسہ نہ تھا اس مدرسہ سے اسوقت تک سینکڑوں سے زائد عالم نکل چکے ہیں۔ جو صرف یہ کہ سلسلہ کے مبلغ ہیں بلکہ تجارت۔ زراعت۔ ملازمت وغیرہ کے کاموں میں بھی پھیل گئے ہیں۔

اور ان کو صرف پرانے طریق پر صرف فقہی تعلیم ہی نہیں دی جاتی۔ بلکہ ان کو تمام قسم کے علوم جدیدہ بھی سکھائے جاتے ہیں۔ اور وہ عربی کے ساتھ ساتھ انگریزی۔ سائنس۔ حساب۔ جغرافیہ۔ تاریخ وغیرہ سے بھی خوب واقف ہوتے ہیں۔ اسوقت اس مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر حضرت میر محمد اسحاق صاحب ہیں جو اپنے تبحر علمی کی وجہ سے ایک لاثانی ہستی ہیں۔

حافظ کلاس

مدرسہ احمدیہ کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے زمانہ میں ایک حافظ کلاس کھولی گئی۔ جس میں بچوں کو قرآن کریم علم تجوید کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے۔ اور ان کو قرآن کریم حفظ کرایا جاتا ہے۔ اور اس طرح آپ کے زمانہ میں کئی حافظ قرآن پیدا ہوئے۔ جو اپنے سینوں میں یہ نور اٹھائے پھرتے ہیں۔

جامعہ احمدیہ

عربی تعلیم کا معیار بلند کرنے کے لئے آپ نے جامعہ احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ اس جامعہ میں دو قسم کے طالب علم تیار ہوتے ہیں۔ اول وہ جو پنجاب یونیورسٹی کے معیار کے مطابق مولوی فاضل بنائے جاتے ہیں اور دوسرے وہ جو اس سے آگے چلتے ہیں۔ اور ان کو سلسلہ کا مبلغ بنایا جاتا ہے۔ ان کی تعلیم کو انتہائی طور پر بلند معیار پر لایا جاتا ہے۔ جامعہ احمدیہ کے پہلے پرنسپل حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب تھے اب ان کے ریٹائر ہونے پر حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب بی اے آکسن مولوی فاضل ہیں